شہزادو شیخ

اسلام آباد

فساد

فساد کا لفظ فسد سے ہے۔ جس کے معنی ہیں اپنی اصلی حالت پر باقی نہ رہنا، توازن کا بگڑ جانا، بے ترتیبی پیدا ہو جانا، خراب ہو جانا، کسی کام کا نہ رہنا۔

مثلاً: لحم فاسدٌ ایسے گوشت کو کہتے ہیں جو گل سڑ گیا ہو۔

یہ خرابی انفرادی طور پر بھی واقع ہو سکتی ہے اور اجتماعی معاشرے کی کیفیت کو بھی ظاہر کر سکتی ہے۔

اس لیے قرآن پاک نے، ان معاملات کو، جو ایسی خراب اور بگڑی ہوئی کیفیت پیدا کرتے ہیں، فساد میں شامل کیا ہے۔

مثلاً:

سورۃ البقرۃ (۲۔۲۰۵) میں معاشی اور معاشرتی معاملات کے تباہ کرنے کو فساد قرار دیا گیا ہے۔

سورۃ الاعراف (۷۔۱۸۵) میں ماپ تول کو پورا نہ رکھنا، دوسروں کو پورا معاوضہ نہ دینا، معاشی ناہمواریاں پیدا کرنا، دوسروں کے حقوق کھا جانا، یہ سب فساد میں شامل کیے گئے ہیں۔

کسی چیز کے حد اعتدال سے تجاوز کر جانا، تجاوز چاہے کم ہو یا زیادہ، فساد کے معنوں میں شامل ہے۔ یہ اصل میں صلاح کی ضد ہے۔ یہ ہر اس چیز کے لیے استعمال ہوتا ہے جو حالت استقامت سے نکل چکی ہو۔ افسدہ کے معنی کسی چیز کا توازن بگاڑنے کے ہیں، مثلاً آیات مبارک ۲۳۔۱۷، ۲۱۔۲۲، ۳۰۔۴۱، ملاحظہ ہوں۔

سورۃ یوسف میں (۱۲۔۷۳) بتایا گیا ہے کہ فساد صالح نظام کو درہم برہم کرتا ہے اور اس کے ساتھ ہی، چوری کا ذکر بھی کیا گیا ہے۔

اسی طرح آدم کی تخلیق کے حوالے سے فساد کے ساتھ خون ریزی کا ذکر کیا گیا ہے۔ اور بہت ساری جگھوں پر فساد کے ساتھ کئی اور برائیوں اور ان کے خراب نتائج کا ذکر کیا گیا ہے۔ ان میں قابل غور نقطہ یہ ہے کہ فساد محض ایک الگ کوئی چیز یا فعل نہیں ہے بلکہ کئی برائیوں سے جنم لیتا ہے، اور کئی برائیوں کو جنم دیتا ہے، اور برائیون سے پھلتا ہے۔ اس کے نتائج کے طور پر جو خرابیاں جنم لیتی ہیں، وہ کئی قسم کی اور بھیانک ہوتی ہیں۔ چاہے ذاتی شخصیت ہو، یا معاشرے کا توازن اور ترتیب،

ان کے بگڑنے سے کئی ناہمواریاں پیدا ہوتی ہیں۔

سورۃ القصص (۲۸۔۴) میں فرعون کی پیدا کردہ کئی خرابیاں بتانے کے بعد اس کے کردار کو ایک لفظ میں جمع کیا گیا ہے کہ وہ فسادی تھا۔

انسان کے لیے اللہ تعالیٰ کے وضع کردہ قوانین فطرت پر مبنی ہیں۔ جب بھی قدرت اور فطرت کے قوانین کی خلاف ورزی ہوگی، یا اس کے مقرر کردہ نظام میں تخریب ہوگی، نتائج اسی کے مطابق خراب ہی نکلیں گے۔

سورۃ الانبیاء (۲۱۔۲۲) میں کائنات کے وحدانی یعنی قانون اکائی (Unified Law) پر مبنی نظام کی وضاحت کی گئی ہے: اگر کائنات میں اللہ تعالیٰ کے علاوہ اور بھی خدا یعنی اپنے قانون کی اطاعت کروانے والے ہوتے تو کائنات کا نظام درہم برہم ہو جاتا۔

اور یہ بھی واضح کر دیا گیا ہے کہ صرف اللہ تعالیٰ ہی کائنات کے مرکزی کنٹرول کو اپنے اور صرف اپنے ہاتھ میں رکھے ہوئے ہے۔ سائنسدان اب اسی سمت میں کام کر رہے ہیں، جسے Unification Theory کہا جاتا ہے۔

سورۃ البقرۃ (۲۔۱۱) میں قرآن پاک نے مفسدین کے مقابلے میں مصلحین کا لفظ استعمال کیا ہے، جو معاشرے میں اصلاح کرتے ہیں، بھلائی کے کام کرتے ہیں، خیر کو پھیلاتے ہیں۔

سورۃ البقرۃ (۲۔۱۱ اور ۲۲۰) ہی میں ارشاد کے مطابق صرف دعوہ کرنے سے نہیں بلکہ اصلاح کے اصل کام کرنے سے فرد اور معاشرہ صالح بنتا ہے۔ اس کے لیے اللہ تعالیٰ نے یہ بھی واضح کر دیا ہے کہ دعووں کے علاوہ کسی کے بتانے یا رپورٹ کرنے کی ضرورت بھی نہیں، بلکہ اللہ تعالیٰ کو خود ان کا علم ہے کہ کون اصلاح کے کام کر رہا ہے اور کون فساد کے۔ اور مثال دے کر بتایا گیا ہے کہ معاشرے میں کمزور، بے آسرا اور بے یار و مددگاروں کے حالات کو سنوارنا ہی خیر کا سبب ہے۔ ان کا ہمیشہ خیال رکھنے کی تلقین کی گئی ہے کہ وہ تمہارے بھائی بند ہیں۔

سورۃ القصص (۲۸۔۷۷) میں ارشاد ہے:

اللہ تعالیٰ کے دیے ہوئے مال سے اپنی آخرت کی زندگی کو خوشگوار بناؤ، اور اس دنیا میں بھی اپنے حصہ یعنی

contribution کو نہ بھولو۔ دوسروں کی زندگیوں کو بھی اسی طرح حسین وخوشگوار بناؤ جس طرح اللہ تعالیٰ نے تمہاری زندگی کو حسین وخوشگوار بنایا ہے۔ اور معاشرے میں فساد کے خواہاں نہ ہو، اور یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ فسادیوں کو پسند نہیں کرتا۔

سورۃ الانعام (۶۔۴۸) مین ارشاد ہے کہ جو اللہ تعالیٰ کے احکامات پر ایمان رکھتے ہیں اور ان کے مطابق اصلاح کرتے ہیں ان کو کسی قسم کا خوف اور رنج کا اندیشہ نہیں۔

سورۃ البقرۃ (۲۔۲۲۴) میں احسان اور پرہیزگاری کے ساتھ ساتھ، اصلاح کرنے کا حکم ہے۔ساتھ ہی خبردار کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ سنتا اور جانتا ہے۔یعنی یہ یاد رکھنا چاہیے کہ جو کچھ بھی اصلاح کی کوشش کی جارہی ہے وہ اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے اس لیے اس میں احتیاط کے ساتھ اس بات کا خیال رکھا جائے کہ اس کو خوب سے خوب تر انداز میں کیا جائے۔اس میں اہم نکتہ کی بات یہ ہے کہ اس آیہ مبارکہ میں اصلاح کا ذکر احسان اور پرہیزگاری کے ساتھ کیا گیا ہے۔جس کا مطلب یہ ہے کہ معاشرے میں اصلاح کرنے والے اپنے کردار سے ہی پہچانے جاتے ہیں کہ وہ خود احسان کرنے والے اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہوئے نیکی کے کام کرنے والے ہوتے ہیں۔

اس سے بڑھ کر کائنات کا وسیع اور بنیادی اصول سورۃ المومنون (۲۳۔۷۱) مین واضح کردیا گیا ہے:
حق یعنی اللہ تعالیٰ کا قانون یا فرمان اگر لوگون کی خواہشات کے تابع ہو جائے تو آسمانوں اور زمین، اور جو کچھ ان کے اندر ہے ان سب کا سارا نظام درہم برہم ہو جائے۔

اس لیے انسانی کردار اور اصلاح کی وہ کوشش بارآور ہوتی ہے جو حق یعنی اللہ تعالیٰ کے فرمان یا قانون کے مطابق ہو۔